

ہندی موسیٰ

ابوالمعارف مولوی سید دلدار علی نقوی راتر اجتہادی مرحوم

ہے نصیر آباد اک بستی اودھ میں مختصر سیدوں کے بھی ہیں آبادی میں کچھ تھوڑے سے گھر
صاحب ایماں ہیں گو رکھتے نہیں کچھ مال و زر کھیتی باڑی میں بمشکل کرتے رہتے ہیں بر
تھے انہیں میں ایک معین الدین مرد باخدا

تنگدستی میں رہا کرتے تھے یہ بھی بتلا

مال دنیا تو نہ تھا اچھا تھا قسمت کا مال ہونے والا گھر میں تھا فرزند ایک فرخندہ فال
تھا گیارہ سو چھیاسٹ ^{۱۶۶ھ} وہ سن ہجرت کا سال کون ہے جس کو نہیں معلوم پیدائش کا حال
باپ ماں کا کیوں نہ ہوتا دل خوشی سے باغ باغ

دور تاریکی ہوئی روشن ہوا گھر کا چراغ

اتنی وسعت تو نہ تھی آتی جو کوئی قابلہ حق نے آساں کر دیا گو مرحلہ دشوار تھا
شب کی ظلمت گھٹ گئی چکا ستارہ صبح کا سید موصوف کا نور نظر پیدا ہوا
آرزو کسب ضیا کی تھی جو برق طور سے

ہو گیا روشن زچہ خانہ جبیں کے نور سے

صورت راحت تھی باہر باپ کے امکان سے پرورش ہونے لگی غربت زدوں کی شان سے
جھوپڑی کو گو نہ تھی نسبت کسی دالان سے تھا مگر افضل وہ گھر شاہوں کے بھی ایوان سے
قصر شاہی کی طرف جھکتی نہ تھی ہر گز نظر

بن گیا مسجود زہرا خادم زہرا کا گھر

باپ ماں تھے خادمان جانشین مصطفیٰ نام ”دلدار علی“ رکھا گیا مولود کا
اس لیے تھی گلہ بانی کمسنی کا مشغلہ ہونے والا تھا یہ بچہ ورثہ دار انبیاء
گر ائمہ کی نیابت زور علم دیں سے لی

انبیاء کی طرح گزری اقتصادی زندگی

شوق کسب علم کا پوچھو نہ کچھ حد و حساب عاریت لے لے کے اک اک سے پڑھی اک اک کتاب
 روشنی ممکن نہ تھی تھا روئے علم اندر نقاب انتظار صبح کرتے تھی نہ اتنی دل کو تاب
 اور ہمت بڑھ گئی گھر میں نہ جب پایا چراغ
 اس جگہ پہنچے جہاں روشن نظر آیا چراغ
 ابتدائے زندگی میں تھا وہ دن بھی انتخاب گرمیوں کا عہد اور وقت عروج آفتاب
 بکریاں چرتی تھیں خود زیر شجر تھے محو خواب بند آنکھیں کیا ہوئیں گویا کھلا قسمت کا باب
 آنکھ لگتے ہی یہ آئی کان میں غیبی صدا
 سو چکا فرزند اٹھ اب لکھنؤ کی سمت جا
 امت جد، دین حق ہاتھوں سے اپنے کھو چکی نیک اعمالی کے دفتر آنسوؤں سے دھو چکی
 گلہ بانی بکریوں کی ہو چکی بس ہو چکی قوم کو بیدار کر سونا تھا جتنا سو چکی
 اٹھ مرے لخت جگر مشکل کشا کا نام لے
 غرق ہونے کو ہے بیڑا بڑھ کے لنگر تھام لے
 رعب اتنا دل پہ چھایا صاحب آواز کا جاگنے پر دیر تک کانپا کیئے سب دست و پا
 پہلے تو سوچا کئے یہ کس طرح کا خواب تھا اپنی ہی روشن ضمیری نے جواب آخر دیا
 ہو مبارک عالم دیں حامی امت ہوا
 حاکم شرع رسالت نائب حجت ہوا
 ملتے ہی تعبیر یہ باندھی پئے غربت کمر بکریاں پہونچائیں مجبوری سے آخر تا بہ در
 مفلسی میں اور کیا ہوتا سرانجام دگر ایک لوٹا ایک چادر، تھا یہ سامان سفر
 کوئی پیسہ تھا نہ توشہ ساتھ کھانے کے لیے
 تھے صعوبات سفر دل کو دکھانے کے لیے
 تھی نہ غربت میں میسر اور تو کوئی غذا یا تو تھے مولیٰ کے پتے یا چنے کا ساگ تھا
 شام غربت آگئی جب دن بمشکل کٹ گیا بس یہ تھا سامان شب کو راحت و آرام کا
 تھا نہ رخت خواب ہی کچھ اور نہ سایہ تھا کہیں
 ذات باری پر تھا تکیہ اور بستر تھی زمیں

لکھنؤ القصہ پہونچے اور ہوئی فکر مقام اور کیا غربت میں ہو سکتا تھا کوئی انصرام
وقف اک مسجد ہوا کرتی ہے بہر خاص و عام خانہ حق میں مسافر نے کیا آکر قیام
مل گیا کھانے کو گر کچھ شکر کر کے کھا لیا

اکثر اوقات دو دو دن گزارے بے غذا

قابل تدریس پایا لکھنؤ میں جو کوئی پڑھ لیا کچھ راستہ میں چلتے چلتے اس سے بھی
تھے جو سندیلہ میں عالم مولوی حیدر علی جا کے پیدل علم عقلیہ کی تحصیل ان سے کی
علم کے ہمراہ شوق علم بھی بڑھتا رہا
کم نگاہوں میں رہا فیض ابن حمد اللہ کا

گو نہ اہل علم کی ہندوستان میں تھی کمی تشنہ کام علم کو حاصل نہ پر تسکیں ہوئی
فکر روز و شب رہا کرتی تھی جو دل کو یہی تھی غلام حضرت سبطینؑ کی شہرت بڑی
چونکہ تحصیل علوم دیں پہ باندھے تھے کمر

ہو گیا سمت الہ آباد پیدل ہی سفر

مہرباں بے حد رہے یہ سید والا صفات ان کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ ان کی تا حیات
پھر الہ آباد میں رکھا تھا کیا بعد ممات آگئے رائے بریلی جب ہوئی ان کی وفات

تھا جو باران شرف اللہ کی درگاہ سے

مل گیا فیض تلمذ ان کو باب اللہ سے

ان سے گو ہوتی رہی تحصیل علم منطق تشنہ کام علم کو باقی رہی پر تشنگی
اہل علم و فضل کی تعریف جس جا بھی سنی پاپیادہ طے مسافت ہو گئی اس شہر کی

اشتیاق علم میں یوں خاک چھانی کو بکو

گاہ فیض آباد پہونچے گاہ آئے لکھنؤ

لکھنؤ میں تھے رئیس ذی حشم عالی جناب سرفراز الدولہ عالی ہم جن کا خطاب
آپ نے دیکھا جو زور علم کا اٹھتا شباب ابر جود و فیض آیا جوش میں مثل سحاب

اتنا پایا ان کو جب وارفتہ تحصیل علم

کربلا بھجوا دیا فوراً پئے تکمیل علم

جب یہ پہونچا سید عالی نسب کرب و بلا پہلے ارکان زیارت پیش شہ لایا بجا
 تحت قہ با صمیم قلب پھر یہ کی دعا دہر میں روشن ہے جب تک شمس اے شاہ ہدا
 علم بھی میراث میں مثل شرف قائم رہے
 خاندان میں میرے کوئی مجتہد دائم رہے
 ہو چکے فارغ زیارات مشاہد سے تمام مشغلہ رہنے لگا خواندگی کا صبح و شام
 تھے یہاں ملا محمد باقر عالی مقام ان سے حاصل کچھ دنوں کرتے رہے فقہ و کلام
 آپ کے استاد تھے اک جتہ الاسلام بھی
 نام نامی جن کا تھا آقائے السید علی
 جب کلام و فقہ سے حاصل فراغت ہو چکی فکر، اخبار و احادیث ائمہ کی ہوئی
 فاضل کامل تھے اس میں ایک سید موسوی تھے یہ ہم نام محمد اور امام آخری
 لے لیا جس بحر سے جیسا ملا در صدف
 پیش قدمی کی شرف نے جب چلے سمت نجف
 ساتھ علم و فضل کے بڑھتا رہا شوق و شغف کربلا سے جس قدر پانا تھا وہ پایا شرف
 گو سہام تنگدستی کا کلیجہ تھا ہدف اشتیاق قلب نے پہونچا دیا لیکن نجف
 رحمت حق دفتر آلام و غم دھونے لگی
 جہہ سائی باب شہر علم کی ہونے لگی
 باغ علم دیں ہرا تھا دور تھی باد سموم فیض حکمت سے معطر ہو رہے تھے ترک و روم
 مجتہد گو تھے نجف میں کتنے ہی مثل نجوم ان میں مانند قمر ممتاز تھے بحر العلوم
 ایک لمحہ بھی کیا ضائع نہ غربت میں فضول
 ان سے حاصل کی بہ محنت آپ نے فرع و اصول
 جب اصول و فرع سے حاصل فراغت ہو چکی مل گئے استاد بھی کامل فضیلت ہو چکی
 کاظمین و سامرہ کی بھی زیارت ہو چکی اپنے ابنائے وطن سے حد فرقت ہو چکی
 چلتے چلتے رہ نہ جائے یہ شرف تقدیر سے
 اس لیے بہر زیارت عازم مشہد ہوئے

(۱) حضرت آقا محمد مہدی طباطبائی

منزل مقصود اپنی جب بدقت مل گئی کم ہوئی زحمت سفر کی دل کو راحت مل گئی
 بجھ کے بھی ضو پاش اک شمع امامت مل گئی جھک گیا سجدہ میں سر کیسی یہ تربت مل گئی
 اوج پر اپنا مقدر آکے مشہد میں ملا
 آٹھواں شمس امامت برج مرقد میں ملا
 تھے یہاں آقائے سید مہدیٰ عالی نسب ہے شہید رابع ان کا آج دنیا میں لقب
 ان کے علم و فضل کا قائل تھا کل روم و عرب اکتفا کرتے زیارت پر فقط ممکن تھا کب
 عالم جید ملے ایسا جسے تقدیر سے
 وہ رہے محروم اس کے فیض عالمگیر سے؟
 استفادہ کے لیے حاضر ہوئے پیش جناب تھا اگر مظروف اعلیٰ ظرف بھی تھا انتخاب
 ہو گئے روشن علوم صدر بھی مثل کتاب کشت زار علم پر برسی عطا بن کر سحاب
 دور جو آنکھوں سے تھی دل میں وہی تنویر ہے
 خواب وہ بچپن کا تھا یہ خواب کی تعبیر ہے
 جھک گیا قسمت کے آگے چرخ سا جلا د بھی شامل محنت ہوئی اللہ کی امداد بھی
 آرزو جیسی تھی ویسا ہی ملا استاد بھی علم پایا فضل پایا مل گئے اسناد بھی
 علم دیں حسب تمنا آج حاصل ہو گیا
 یہ مہ ہند آکے مشہد، بدر کامل ہو گیا
 مل گیا در صدف کامل فضیلت ہو گئی مجتہد یہ کیا ہوئے محکم شریعت ہو گئی
 آگئے ہندوستان بس ختم غربت ہو گئی شمس دیں چکا وطن میں دور ظلمت ہو گئی
 کھیتیاں ہونے لگیں اسلام کی سب فیضیاب
 چھا گیا ہر سو فضائے ہند پر علمی سحاب
 مجتہد کیا مجتہد گر آپ تھے اسلاف میں منفرد تھے، تھا نہ کوئی دوسرا اصناف میں
 آپ کا چلتا تھا سکھ ہند کے اکناف میں مجتہد ہوتے رہے ہیں آپ کے اخلاف میں
 آپ نے اونچا کیا پہلے لوائے اجتہاد
 آپ سے قائم ہوئی بے شک بنائے اجتہاد

آپ بہر خاتم اسلام تھے گویا نگلیں آپ ہی سے ہند والوں میں ہوئی تجدید دیں
 محفل اسلام کے تھے آپ ہی مسند نشیں آپ ہی سے کتنی شمعیں ہند میں روشن ہوئیں
 کس نے کس نے آپ کے آگے نہیں کھولی کتاب
 اصل فرع علم دیں تھے آپ ہی غفران مآب
 آپ کا مرہون منت آج تک اسلام ہے نام سے سرکار ہی کے خاندان کا نام ہے
 آپ ہی کا آج تک جاری یہ فیض عام ہے مہر اس پر آپ کی ہے جو چھلکتا جام ہے
 مست وحدت ہو گیا گر پی لیا جام آپ کا
 ہو گیا ساقی وہی جس نے لیا نام آپ کا
 کام آئی ہے ہمارے آج ہمت آپ کی بار آور ہو گئی جو کچھ تھی محنت آپ کی
 کار موئی کر گئی سعی ہدایت آپ کی مشعل حق بن گئی دنیا میں زحمت آپ کی
 مرکز کفر و جہالت تھا جہاں میں لکھنؤ
 آج دار العلم ہے ہندوستان میں لکھنؤ
 آپ نے ہم کو دکھائی عز و شان اجتہاد ہر قدم سے آپ کے ظاہر تھی آن اجتہاد
 ہے قبیلہ آپ ہی کا بوستان اجتہاد آپ پر نازاں نہ کیوں ہو خاندان اجتہاد
 کارنامے کربلا کے ہو چلے تھے دل سے دور
 عزت خون شہیداں آپ نے رکھ لی حضور
 ڈوب جانے سے بچایا دیں کا بیڑا آپ نے خون دل سے گلشن مذہب کو سینچا آپ نے
 پا کے بے حس قوم کو ہمتائے عیسیٰ آپ نے روح تازہ پھونک دی تن میں میجا آپ نے
 کوششوں سے آپ کی اسلام زندہ ہو گیا
 لیجئے اللہ کروٹ پھر زمانہ سو گیا
 آپ سے اسلام کو حاصل ہوا عز و وقار آپ تھے ملک شریعت کے جہاں میں تاجدار
 سو گئے ہم کو جگا کر آپ خود زیر مزار آج عبرت کا نمونہ ہے شکستہ یادگار
 کس طرح در منہدم، دیوار خم دیکھا کریں
 آپ کی آرام گاہ مٹ جائے ہم دیکھا کریں

(۱) آن بمعنی ادا ”بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارو“ (خواجہ حافظ)

نوٹ:- ”ہندی موئی“ نامی اس مدرس کو ابوالبلاغہ مولانا سید علی داور نقوی اجتہادی مدیر ماہنامہ ”مبلغ“ نے ”غفران مآب نمبر“ میں رجب ۱۴۲۹ھ میں شائع کیا تھا۔ یہ نظم اضافی معلومات ہے لہذا اعادۂ اشاعت سے کام لیا جا رہا ہے۔